Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

TITLE OF THE PAPER

Elements of the East, Civilization, and Identity in Urdu Poetry

اردو نظم میں مشرق، تہذیب اور تشخص کے اجزاء

AUTHOR

Tahira Sabir
PhD Scholar, Department of Urdu
Federal Urdu University, Islamabad

ABSTRACT

This research article examines the concepts of East, civilization, and identity in Urdu poetry by exploring their meanings, conceptual dimensions, and literary implications. It begins with brief explanations of these terms and considers their interrelationship within the cultural and intellectual framework of Urdu literature. The East is treated not simply as a geographical region but as a distinctive cultural and intellectual experience, while civilization refers to shared values, traditions, beliefs, social practices, and collective memory. Identity is understood as cultural and historical selfhood through which individuals and communities define their relationship with the past and present. The study traces these concepts in Urdu poetic tradition through the works of Muhammad Husain Azad, Nazir Akbarabadi, Miraji, N. M. Rashid, Majid Amjad, and Jilani Kamran. Representing different phases and intellectual tendencies of modern Urdu poetry, these poets offer varied perspectives on Eastern cultural consciousness. Their poetry reflects tensions between tradition and modernity, indigenous values and Western influence, collective memory and individual consciousness, and continuity and change. The study concludes that East, civilization, and identity remain significant and recurring concerns in Urdu poetic discourse, shaping literary representations of cultural belonging, historical awareness, social values, and changing forms of collective and individual identity today.

KEY WORDS

East, Civilization, Identity, Loss of Identity, Collectivism, Spirituality, Ethics, Poetics, Colonialism

JOURNAL PROFILE

Noor-e-Tahqeeq is a quarterly, HEC "Y" Category research journal of Lahore Garrison University, publishing peer-reviewed studies in Urdu language and literature since 2017. It provides a credible platform for original research and contemporary criticism.

CONTACT

Dr Muhammad Haroon Qadir
Editor, Noor e Tahqeeq
Department of Urdu
Lahore Garrison University, Lahore 0303-3330345

Email

lgunt@lgu.edu.pk

Website

https://ojs.lgu.edu.pk/nooretahqeeq

ISSUE DETAILS

Volume 10, No 02
April to June 2026
Page No: 125 -137

DOI

https://doi.org/10.54692/nooretahqeeq.2026.100250

HISTORY OF THE PAPER

Received on: April 13, 2026
Accepted on: May 27, 2026
Published on: June 30, 2026

PUBLISHED BY

Department of Urdu,
Lahore Garrison University
DHA Phase 6, Sector C,
Avenue 4, Lahore

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

اردو نظم میں مشرق، تہذیب اور تشخص کے اجزاء

مشرق، تہذیب اور تشخص جیسے کلیدی تصورات، اپنی نظریاتی وضاحت اور باہمی تعلق کا تعین اس مقالے کا بیان ہے۔ تہذیب ایک متحرک تصور ہے اور یہ تصور کس طرح تہذیبی اقدار وقت، تاریخ اور سماجی تبدیلیوں کے ساتھ اپنی نئی صورتیں تشکیل دیتا ہے۔ اسی تناظر میں مشرقی تہذیب کو ایک فکری و روحانی روایت کے طور پر دیکھا گیا ہے جو اجتماعیت، اخلاقیات، روحانیت، اور انسانی ہم آہنگی جیسے عناصر پر قائم ہے۔ تشخص (Identity) کے تصور کو اس وسیع تر تہذیبی پس منظر میں سمجھا گیا ہے جہاں فرد اور معاشرہ دونوں اپنی پہچان تاریخی، ثقافتی اور فکری عوامل کے ذریعے تشکیل دیتے ہیں۔

عام طور پر اہل دانش دنیا کو دو حصوں مشرق اور مغرب میں تبدیل کرتے ہیں مشرق ایک جغرافیہ بھی ہے، اصطلاح بھی اور سمت بھی ہے لیکن جب اس کا استعمال ادب میں ہوگا تو رویوں مزاجوں کی تخصیص اس میں شامل ہو جائے گی۔ بطور جغرافیہ مشرق میں، مشرق وسطی ہے جس میں پاکستان بھی شامل ہے۔ مشرق میں مختلف ممالک اور تہذیبیں جیسے عربی، چینی، ایرانی تہذیب، گنگا جمنی تہذیب شامل ہیں۔ بطور اصطلاح بالعموم بھی مشرق کو استعمال کیا جاتا ہے جیسے پیام مشرق شاعر مشرق وغیرہ۔ مشرق میں مسلم تہذیب، ہندو تہذیب، بدھ مت کی تہذیب، چین، جاپان اور سری لنکا وغیرہ کی تہذیبوں کا ظہور اور ارتقا ہوا۔ مغرب میں مشرق کو روحانیت اور مذہبیت کے مترادف اور مغرب کو فرد کی آزادی کا علمبردار، جمہوریت اور سیکولرزم جیسے تصورات کا حامل سمجھا جاتا ہے۔ مشرق اور مغرب کو دو دھڑوں کے طور پر لیا جاتا ہے جن میں کوئی اشتراک نہیں اور نہ ہی ایک تہذیبی اکائی ہے لیکن جغرافیائی حقیقت ضرور ہے۔

قرآن و اسلام کا نقطہ نظر:

قرآن مجید کی سورہ رحمن کی آیت اٹھارہ میں مشرق اور مغرب کا یوں ذکر آیا ہے۔

"رب المشرقین ورب المغربین ترجمہ؛ (وہی) مشرقین (دو مشرق) اور مغربین (دو مغرب) کا رب ہے۔"(1)

یہاں مشرقین اور مغربین کا ذکر دو انتہاوں کے طور پر آیا ہے۔ علم جغرافیہ میں اس متعلق ہے کہ سورج مشرق سے ضرور نکلتا ہے لیکن سارا سال اس کے طلوع ہونے کے نکات بدلتے رہتے ہیں۔ صرف سال میں دو دن 21 مارچ اور 23 دسمبر، جو اعتدال ربیعی و حرفی ( ) کے نام سے معروف ہیں، ایسے ہیں جب سورج عین مشرق سے طلوع ہوتا ہے یعنی خط استوا پر سفر کرتا ہے باقی دنوں میں عین مشرق سے قدرے شمال یا قدرے جنوب کی طرف ہٹ کر طلوع ہوتا ہے۔ اسی طرح سورج موسم سرما اور گرما میں دو مختلف انتہاوں میں مغرب سے غروب ہوتا ہے، لہذا جب قرآن پاک میں دو مشرقین اور دو مغربین کا ذکر آتا ہے تو اس کا مفہوم دو دو مشرق اور مغرب کی انتہائیں ہیں اور اللہ پاک مشرق اور مغرب کی دونوں انتہاوں کا رب ہے۔

قرآن میں مشارق و مغارب کے الفاظ آئے ہیں۔ عربی میں واحد (ایک کے لیے)، تثنیہ (دو کے لیے) اور جمع (دو سے زیادہ کے لیے) کے صیغے مستعمل ہیں اور مندرجہ بالا الفاظ جمع کے صیغے میں آتے ہیں۔ دو مشرق و مغرب دو جغرافیائی مقامات ہی نہیں بلکہ دو انتہائیں بھی ہیں کیونکہ نہ تو سارا سال سورج ایک جگہ (مشرق) سے طلوع ہوتا ہے اور نہ ہی ایک ہی جگہ (مغرب) میں غروب ہوتا ہے یعنی دو مشرق اور دو مغرب دو انتہائیں بھی ہیں۔ مشرق ایک خطہ ارضی ہے جو اپنے شاندار ماضی، جغرافیے، زرخیز زمین، آب ہوا، قدرتی وسائل کی وجہ سے تمام دنیا کی توجہ کا مرکز ہے۔ مشرق وہ خطہ زمین ہے جو مختلف مذاہب، وسیع و متنوع تہذیب و ثقافت، فنون لطیفہ، دستکاریوں، خطاطی، کی وجہ سے اولیت کا حامل ہے۔

> "جنوب مغربی ایشیا کے عرب ممالک کے لیے مخصوص جغرافیائی نام سوڈان اور مصر مشرق میں شامل ہیں، جغرافیائی ماہرین نے چین اور جاپان کے علاقوں کو مشرق بعید کا نام دیا ہے۔ مشرق قریب جغرافیائی اصطلاح ہے اس سے مراد ایشیائی اور افریقی ممالک ہیں۔ سلطنت عثمانیہ کے ممالک بشمول بلقان شامل تھے۔ اس وقت اس میں ترکیہ، شام، لبنان، اردن، سعودی عرب، ایران، اسرائیل اور عراق شامل ہیں اس اصطلاح کا اطلاق مشرق وسطی پر بھی ہوتا ہے۔"(2)

مشرق متنوع فلسفوں اور روایات کا مرکز و مجموعہ ہے، مشرق ایسا پیچیدہ اور وسیع و عریض جغرافیائی خطہ ہے جس کی آبادی تقریباً ساڑھے چار ارب افراد پر مشتمل ہے۔ مشرق تہذیبی اور ثقافتی لحاظ سے نہایت وسعت کا حامل ہے، پاکستان، انڈیا، بنگلہ دیش (میں سب سے متنوع تہذیب و ثقافت کو مشاہدہ کیا جا سکتا ہے، علاقائی زبانیں، فنون لطیفہ (رقص، موسیقی، راگ، فن تعمیر، نقاشی، سنگ تراشی، مٹی کے برتن بنانا، دستکاریاں،)، رسم رواج، میلے، آرٹ، خطاطی، ٹھیلے، موسمی تہوار، سیاحت، زیورات، پوشاکیں، کھانے، مغلیہ سلطنت، سلطنت عثمانیہ، منگول، وادی سندھ کی تہذیب، موہنجودڑو اور ہڑپا کی تہذیب، چین کے امراء اور شاہی خاندان، جاپانی، جاپانی ساموروائی دور شامل ہیں۔ اس کے علاوہ مشرق نے دوسری تہذیبوں اور ثقافتوں کے لیے ہمیشہ اپنا در وار کھا ہے، اس میں شاہراہ قراقرم کے ذریعے یورپ اور مشرق وسطی سے تجارت، صوفیائے کرام اور فاتحین کی ایشیا میں آمد اور اسلام کی تبلیغ، یورپی نوآبادیات، عالمی گلوبلائزیشن اور تہذیبی و ثقافتی ردوبدل وغیرہ شامل ہے۔ معاش ترقی و ارتقا میں کسی بھی خطے کی اہمیت کا تعین کرتا ہے اور مشرق معاشی لحاظ سے بھی دنیا کا اہم ترین خطہ ہے۔ مشرق کی معاشی ترقی میں انڈیا، چین، انڈونیشیا کا کردار بہت اہم ہے۔

> "The east is not just a geographical entity ,but also a cultural and historical concept.(3)
>
> تہذیبی و ثقافتی اہمیت کے حوالے سے دیکھا جائے تو مشرق تہذیبی اور ثقافتی لحاظ سے، اپنے آرٹ، ادب، کھانوں اور روحانیت کی وجہ سے بین الاقوامی اہمیت کا حامل ہے"

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

مشرق متنوع اور انواع اقسام کے کلچر، فلسفے اور علوم کے مختلف ذرائع و اسباب کا محور ہے۔ مشرق تہذیبی اور ثقافتی لحاظ سے نہایت وسعت کا حامل ہے، پاکستان ،انڈیا،بنگلہ دیش (میں سب سے متنوع تہذیب و ثقافت کو مشاہدہ کیا جا سکتا ہے،علاقائی زبانیں،فنون لطیفہ (رقص،موسیقی،راگ، فن تعمیر، نقاشی،سنگ تراشی، مٹی کے برتن بنانا، دستکاریاں،)، رسم رواج ،میلے ، آرٹ ، خطاطی، ٹھیلے، موسمی تہوار، سیاحت، زیورات، پوشاکیں، کھانے ،مغلیہ سلطنت، سلطنت عثمانیہ، منگول، وادی سندھ کی تہذیب، موہنجوداڑو اور ہڑپا کی تہذیب، چین کے امراء اور شاہی خاندان، جاپانی، جاپانی ساموارئی دور شامل ہیں۔ اس کے علاوہ مشرق نے دوسری تہذیبوں اور ثقافتوں کے لیے ہمیشہ اپنادروار کھاہے، اس میں شاہراہ قراقرم کے ذریعے یورپ اور مشرق وسطی سے تجارت، صوفیائے کرام اور فاتحین کی ایشیامیں آمد اور اسلام کی تبلیغ، یورپی نو آبادیات، عالمی گلوبلائیزیشن اور تہذیبی و ثقافتی ردوبدل وغیرہ شامل ہے۔ معاش ترقی وارتقامیں کسی بھی خطے کی اہمیت کا تعین کرتاہے اور مشرق معاشی لحاظ سے بھی دنیاکا اہم ترین خطہ ہے۔ مشرق کی معاشی ترقی میں انڈیا، چین، انڈونیشیاکا کردار بہت اہم ہے۔

تہذیبی و تاریخی لحاظ سے دیکھا جائے تو مشرق میں یورپی سامراج اول الذکر، فرانس، برطانیہ اور ثانی الذکر امریکہ کی مداخلت (اور اس مداخلت اور طریقہ کار میں بہت فرق ہے) کی تاریخ موجود ہے اور سامراج کی جڑیں مختلف ترقی پذیر ممالک بشمول ہندوستان اور بحیرہ روم تک پھیلی ہوئی ہیں۔ مشرق ایک متحرک خطہ ارضی ہے یہ محض ایک تصور نہیں اس نقطے کو سمجھنے کے لیے ویکوVECO کے نظریے پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ انسان اپنی تاریخ خود تشکیل دیتاہے اور وہی لکھتاہے جو اس نے کیایابنایاہوتاہے۔(4)

تاریخ میں تہذیب کے ساتھ ساتھ جغرافیہ بھی اہم ہے۔ مشرق ایک عظیم خطہ زمیں اور عظیم تر تہذیب و تاریخ کا حامل رہاہے۔ مشرق کی اصطلاح کو مختلف تعلیمی شعبہ جات مثلاً اینتھروپالوجی، ایشین اسٹیڈیز، تاریخ، فلسفہ، مذہبیات ، عمرانیات، جغرافیہ، معاشیات ، سیاسیات، کلچرل اسٹیڈیز، زبان و لسانیات، ایجوکیشن وغیرہ سے منسلک اور متعلق ہے لیکن یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ یہ چند شعبے ہیں جبکہ مشرق کو بطور مضمون مغرب کے مختلف ممالک میں پڑھااور پڑھایاجاتاہے۔ مشرق کی اصطلاح کا استعمال جب ادب میں ہوتاہے تو اس میں رویوں کی تخصیص شامل ہوتی ہے۔ بطور اصطلاح بالعموم بھی مشرق کو استعمال کیاجاتاہے جیسے ،پیام مشرق، شاعر مشرق وغیرہ۔ عام روش یہ ہے کہ مغربی مفکرین مشرق کو روحانیت اور مذہبیت کے مترادف اور مغرب کو فرد کی آزادی کا علم بردار، جمہوریت اور سیکولرازم جیسے تصورات کا حامل قرار دیتے ہیں بلکہ مشرق اور مغرب کو دو دھڑوں کے طور پر لیاجاتاہے جن میں کوئی اشتراک نہیں یہ ایک تہذیبی اکائی بھی نہیں لیکن جغرافیائی حقیقت ضرور ہے۔ بقول ہنگٹن مشرق اور مغرب دو متضاد تہذیبی روایات کی امین ہیں اور ہمارے زیادہ تر تہذیبی اور ثقافتی تجزیے اسی کشمکش کے گرد گھومتے ہیں۔ لیکن اس بات کو ہمیشہ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ تہذیبیں بند ڈبوں میں نہیں پروان چڑھتیں اور نہ ہی دنیاکو اتنی آسانی سے تقسیم کیاجاسکتاہے۔ مشرق اور مغرب یکساں تہذیبی روایات کے حامل نہ سہی لیکن ان میں مشترکات بھی موجود ہیں اور ہم مشرق کی اصطلاح بطور ثقافتی مظہر کے استعمال کررہے ہیں لیکن اس سے پہلے تہذیب کی اصطلاح کو سمجھنا بھی ضروری ہے۔

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

تہذیب ایک کلی تصور ہے جس کی ابتدا اسی وقت ہو گئی تھی جب انسان نے زمین پر قدم رکھا تہذیب ایک اکائی ہے جس میں لوگوں کے آباؤ و جداد، ماحول، طرز زندگی، مذہب، رسم رواج، رویے و عقائد، طرز تعلیم، علوم و فنون، معاشرت اور ثقافت معیشت و سیاست سب شامل ہیں۔ یہی وہ عناصر ہیں جو افراد کی زندگیوں میں نہ صرف اہم ہوتے ہیں بلکہ ان کی طرز زندگی کی تشکیل بھی کرتے ہیں۔ تہذیب کا آغاز خاندان سے ہوتا ہے جو انسانی معاشرے اور انفرادی و اجتماعی تشخص کا بھی نقطہ آغاز ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انسان کے طرز زندگی، حقوق و فرائض، علوم و فنون میں بہتری آتی ہے اور افراد کی انفرادی ترقی یا تنزلی معاشرے کی ترقی اور تنزلی کی راہیں مزین کرتی ہے۔ انسان اور تہذیب کا چولی دامن کا ساتھ ہے، انسانی شعور کی ترقی نے تہذیب کی حدود کو نہ صرف وسیع کیا ہے بلکہ اخلاقی اور معاشرتی رویوں کو بھی تشکیل اور ترقی دی ہے لیکن ہمیں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ تہذیب کی تمام اجزائے ترکیبی آپس میں مدغم و مربوط ہوتے ہیں اور افراد کے معاملات زندگی، عادات و اطوار، روایات و اخلاق کا حصہ بن کر اس معاشرے کے افراد کی انفرادیت اور شناخت کی تشکیل کرتے ہیں۔ ان عناصر کو افراد کی زندگی سے نکالنا مشکل ہوتا ہے، ہر تہذیب کے افراد کے مخصوص رویے ہیں جو وقت کے ساتھ ساتھ پروان چڑھتے ہیں

> ”عربی میں تہذیب کا لفظ ہذاب یعنی چھانٹنا، صاف کرنے کے معنوں میں مستعمل ہے، المعجم میں تہذیب کے مفہوم کے لیے ذبہ، ثقافت تہذیبو تمدن کے لیے الھزار کے الفاظ آئے ہیں۔“(5)

المنجد میں تہذیب کا مفہوم یوں بیان کیا گیا ہے:

> ”ھَذَبَ: ھَذباً الشجَر وغیَرہ : قطعُہ و ثقَّا ہُ واصلحہ،الرجُلَ ، طھَّرَ اخلاقُہ مما یعیبھا۔“(6)

تہذیب کے اصطلاحی معنی میں چیزوں کی اصلاح کرنا اور انہیں درستی کی طرف لے جانا ہے اور درستی کے اس عمل میں نیت بھی اہم ہے یعنی درستی کا عمل نیت سے شروع ہوتا ہے۔ درست ارادہ کرنے سے، اپنے خیالات و جذبات، عقائد، رسم و رواج، معاملات زندگی اور معاشرتی زندگی اور زندگی کے نقطہ امور کو درست رکھنا تہذیب کے دائرے میں آتا ہے۔ تہذیب، ثقافت اور تمدن کو طور پر مترادفات کے طور پر لیا جاتا ہے لیکن ان اصطلاحات میں امتیاز کی ہلکی سی لکیر موجود ہے اگرچہ ان سب کا موضوع انسانی ترقی ہی ہے لیکن ان اصطلاحات اور ان میں امتیاز کی سمجھ تفہیم کے لیے ضروری ہے۔

تہذیب انسانی تجربات کا نچوڑ ہے لیکن تہذیب میں انسان کی انفرادیت عمل پیرا ہوتی ہے جو وہ فطرت پر قابو پا کر حاصل کرتا ہے۔ یہی وہ انفرادیت ہے جو تشخص کی تشکیل کرتی ہے۔ انسانی اعضا (ریڑھ کی ہڈیاں) یہ بات ثابت کرتے ہیں کہ اس کے اندر سیدھا کھڑا ہونے کی صلاحیت موجود ہے جو کہ کسی اور جاندار کو ودیعت نہیں کی گئی اور انسان کی ذہنیت اپنے جواہر کی مدد سے اپنے تشخص کی تشکیل و ساخت اس کی صفائی اور ستھرائی پر عمل پیرا ہوتی ہے اور یہی وہ ذہنی صلاحیت ہے جو تہذیب کو تشکیل دیتی ہے۔ الغرض تہذیب ان انسانی عادالت و اطوار، معمولات، احساس و جذبات، پسند و ناپسند، ذہنی و، جذباتی اور تخلیقی رویوں کی بیرونی شکل ہے جس کی تشکیل اور بنیاد فطرت ہے۔

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

"تشخص کی اصطلاح اپنے جدید گروہی معنوں میں 1921 میں فرائیڈ نے استعمال کی۔ طویل عرصے سے یہ مشاہدہ کیا گیا ہے کہ ہجوم، غیر، منظم، ناقابل بھروسہ ہوتا ہے لیکن فرائیڈ کے مطابق گروپ کے ساتھ جذباتی وابستگی کی وجہ سے گروپ لیڈر موثر کردار ادا کر سکتا ہے لیکن فرائیڈ کسی بھی شخصیت کے انفرادی تشخص کی تشکیل میں ان جذبات کو اہم سمجھتا ہے۔ فرائیڈ کے مطابق کسی دوسرے شخص کے ساتھ جذباتی تعلقات تشخص کی تشکیل کی ابتداء ہے (1921) ایک لڑکے کے تشخص کی تشکیل اس کے باپ کی طرف سے ہوتی ہے اور اس کی انا اسے وہ بناتی ہے جو وہ بننا چاہتا ہے۔ تشخص مبہم ہو سکتی ہے جیسے ایک لڑکا اپنے ماں کی محبت میں اپنے باپ کو رقیب سمجھنے لگتا ہے۔"(7)

مشرق اور مغرب دو الگ الگ تہذیبیں ہیں ایڈورڈ سعید اپنی تصنیف شرق شناسی میں بھی یہی نظریہ پیش کرتا ہے کہ مشرق اور مغرب میں پائے جانے والی امتیازات ہی تشخص کی تشکیل کرتے ہیں۔ جب مشرق اور مغرب الگ الگ جغرافیائی خطے ہیں تو ان کا تشخص بھی الگ ہو گا۔ تشخص، شخص، شخصیت یہ تمام ایک قبیلے کے الفاظ ہیں، تشخص کے معنی جاننے اور سمجھنے کے ہیں یعنی کسی بھی چیز کی جانچ پرکھ کے بعد اس کا طریقہ عمل معلوم کرنا، ہمارا ادب ہمارے تہذیبی لسانی مذہبی زندگی تشخص کا مظہر ہے اور ہماری تاریخی تہذیبی مظاہر کا ترجمان، ہماری رسم ورواج، روایات شکست وریخت اور محرومیوں کا امین ہے۔ تشخص ہماری انفرادیت کو برقرار رکھے ہوئے ہے، تشخص کا تعلق تصور حیات وممات سے ہے جو انسان اختیار کرتا ہے۔ تشخص اقتدار وحیات پر مبنی وہ خود بینی ہے جو ہمیں اجتماعی وابستگی عطا کرتی ہے، شکست خردہ اور محکوم اقوام پر اس فضا اور ماحول کا اثر بھی ہوتا ہے جس میں وہ پلتی ہیں، اس کے ساتھ ساتھ سامراج میں مقامی لوگوں کو، سامراجی رویے، انداز تحقیق ہر قسم کی نام نہاد اچھائی، اچھائی لگنے لگتی ہے انہی کی تخصیص کردہ برائیاں، برائیاں لگنے لگتی ہیں۔ تشخص جز اور شخصیت ایک کل، خاکے کی حیثیت رکھتا ہے۔ تشخص کی تشکیل میں انفرادی پہلوؤں کے ساتھ ساتھ اجتماعی، معاشرتی، معاشی پہلو بھی بطور معاون کام کرتے ہیں۔

شناخت / تشخص ہر شخص کے لیے اساسی حیثیت رکھتا ہے۔ تشخص کا تعلق کسی بھی فرد، والدین، گھرانے، مقامیت، جغرافیہ عادات و اطوار، فکر وعقائد، مذہب، ماحولیات ولسانیات سے ہوتا ہے۔ مختلف معاشروں میں ان عناصر یا اجزائے ترکیبی کے لیے اصطلاحات فرق ہو سکتی ہیں لیکن یہ وہ اساسی تصورات اور نظریات ہیں جو کسی بھی فرد کے تشخص اس کے نظریے وقدار کی تشکیل و تعمیل کرتے ہیں۔

تہذیب اور تشخص کی جڑیں کسی بھی معاشرے کے افراد میں اتنی ہی اہم ہے جتنا کہ مذہب، یہ وہ قوتیں ہیں جو کسی بھی معاشرے کے افراد میں رچی بسی ہوتی ہے۔ تشخص کی تشکیل میں فرد کی انفرادی واجتماعی زندگی، قائد رویے، طرز زندگی اور رسم ورواج اہم ہیں۔

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

"تشخص سے مراد ایک واحد نا قابل تقسیم ہستی جو اپنی ایک پہچان ایک شناخت رکھتی ہے اور یہی انفرادیت آگے جا کے معاشرتی ڈھانچے کی تشکیل کرتی ہے۔ ہر اجتماعی عمل، نظریے، عقیدے رسم و رواج کی بنیاد ایک فرد ہی رکھتا ہے لیکن وہ اپنے تشخص کی تکمیل میں اس معاشرے کے قواعد و ضوابط، تہذیب و ثقافت، مذہب و اقدار کو اپناتا ہے۔"(8)

کوئی بھی فرد اپنے تشخص کی تکمیل کے لیے اپنے معاشرے کے تہذیبی، معاشرتی اور ثقافتی زندگی سے منسلک ہوتا ہے۔ اس کا مقصد اپنے تشخص کی تکمیل کے ساتھ ساتھ اپنی آزادی اپنے حقوق و فرائض، جذباتی، جسمانی، روحانی اور معاشی ضروریات کی تسکین سے بھی ہوتا ہے۔ دکنی عہد سے لے کر عصر حاضر تک اردو نظم کی صنف ارتقائی منازل طے کرتی ہوئی مقبول عام کی سند حاصل کر چکی ہے اور دوسری اصناف میں اپنی الگ شناخت تشکیل دے چکی ہے۔ قدیم عہد سے مختلف ہیئتوں اور اقسام میں شعراء اردو نظم کہتے آئے ہیں شعرا نے نظم کی تمام اقسام میں طبع آزمائی کی۔

"1867 میں قلق میرٹھی (متوفی 1880ء) کا جواہر منظوم کے نام سے انگریزی نظموں کا ترجمہ شائع ہوا (دلچسپ واقعہ یہ ہے کہ یہ ترجمہ غالب کے پاس بھیجا گیا تا کہ وہ اس کی زبان کی اصلاح کر سکیں) جواہر منظوم مین ان نظموں کے ترجمے تھے جو انگریزی کے نصاب میں شامل تھیں۔ دو سال بعد ترجمہ منظوم از رحیم اللہ کی اشاعت عمل میں آئی۔"(9)

انگریزی نظموں کے ترجموں اور انجمن پنجاب کے مشاعروں کے پیچھے چھپے غیر مرئی مقاصد بھی موجود تھے۔ انجمن پنجاب نے نظم کی صنف میں وحدت خیال کے ساتھ ساتھ جدیدیت کے عنصر کو تشکیل دیا اور نظم کی صنف میں آزاد نظم، نظم معری، سانیٹ، ہائیکو اور ترائیلے، کینٹوز کو رواج دیا۔ جدید نظم میں تمثال نگاری، علامت کے تجربات کرتے ہوئے نئے امکانات کو وا کیا گیا۔ اردو نظم کا ارتقائی سفر صدیوں کا فاصلہ طے کرتے ہوئے ساخت، ہیئت اور حوادث کے زاویوں کو اپناتے ہوئے آج بھی نہ صرف جاری و ساری ہے بلکہ نئے امکانات کو بھی کشید کر رہا ہے۔ طویل نظم کی طرف آنے سے پہلے اردو نظم کے معانی و مفہوم اور دائرہ کار کا اجمالی جائزہ لینا ضروری ہے۔ نقادان ادب نے نظم کو مختلف زاویوں سے دیکھا ہے۔ لغات اور انسائیکلوپیڈیا میں نظم کی مختلف جہات کو بیان کیا ہے۔ فرہنگ آصفیہ میں نظم کے لغوی "ع۔ اسم مونث (1) پرونا، موتیوں کو تاگے میں ڈالنا، پرونا، لڑی (2) انتظام بندوبست (3) کلام موزوں، شعر، ضد نثر۔(10)

ہر صنف ادب اپنی انفرادیت، ہیئت اور مزاج کی مدد سے تشخص کی تشکیل کرتا ہے اور اسے دوسری اصناف ادب سے ممیز کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس صنف کے تشکیلی عناصر، سماجی، ارضی اسباب بھی اساسی اہمیت رکھتے ہیں جو اس صنف کے تشخص و انفرادیت کی تشکیل و ارتقاء کا باعث بنتے ہیں، نظم جو کہ ایک صنف شعر ہے اور نظم اس وقت نظم کہلاتی ہے جب اس کے اندر شعری کیفیت موجود

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

ہوتی ہے، نظم کے بارے میں غالب رائے یہ ہے کہ نظم مغرب کی صنف ہے اور غزل مشرق کی پیداوار ہے اور ایسا کیوں ہے؟ کوئی بھی صنف اپنے ارض، مقامیت اور گرد ونواح میں اپنی ہیئت و مزاج کی تشکیل کرتی ہے اور ہر معاشرہ ایک تہذیبی کُرہ میں سانس لیتا ہے۔ ہر شاعر ایک معاشرے میں جیتا ہے یعنی شاعر بھی اپنے معاشرے کے کسی تہذیبی کُرے کا دائی یعنی Signifier ہوتا ہے۔ کبھی کبھی معاشرت کو بھی تہذیب کے معنی میں استعمال کرتے ہیں۔ تہذیب اور ثقافت، تہذیب اور تمدن تو مترادفات کے بطور ہماری زندگی کے Archetypal کلیدی الفاظ ہیں۔

اردو نظم کا مطالعہ جب مشرقی تہذیب کے پس منظر میں کیا جائے گا، اسے محض مذہب یا عقیدے تک محدود نہیں کیا جا سکتا۔ مشرقی ہندوستانی تہذیب دراصل مختلف مذاہب، معاشرتی رویوں، رہن سہن کے طریقوں، باہمی میل جول، رسوم و رواج اور زبان و گفتگو کے مختلف انداز کے امتزاج سے وجود میں آئی ہے۔ اس تہذیبی تشکیل میں مقامی عناصر کے ساتھ ساتھ بیرونی اقوام اور تہذیبوں سے آنے والے اثرات نے بھی اہم کردار ادا کیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ یہ مختلف اثرات مشرقی معاشرے میں اس طرح جذب ہوتے گئے کہ وہ یہاں کی اجتماعی تہذیب اور تشخص کا حصہ بن گئے۔

اردو نظم میں مشرقی تہذیب و تشخص کی تفہیم کے لیے ہمیں برصغیر، (ہندوستانی) موسموں، تیوہاروں، میلوں ٹھیلوں، رسم و رواج، لباسوں، آداب و اطوار یہاں تک کہ طوائفوں سے رسم و راہ بڑھانے سے لے کر سوز خوانی اور عزاداری پر غور کرنا ہوگا جس کے نقوش اردو شاعری میں قلی قطب شاہ سے لے کر ملا وجہی اور ان کے ہم عصروں تک ملتے ہیں۔ اسی طرح شمالی ہند میں شاہ حاتمؔ، فائز دہلوی، قائم چاند پوری، مضمون، شاکر ناجیؔ، آبروؔ، یک رنگ وغیرہ سے لے کر نظیرؔ اکبر آبادی، میر دردؔ، میر اثرؔ، سودا، میر حسنؔ، مصحفیؔ، پھر مومنؔ اور ذوقؔ و غالبؔ سے لے کر ترقی پسند تحریک تک ہندوستانی تہذیبی عناصر کی چھان پھٹک کی جاسکتی ہے۔ یہ نقوش غزلوں، مثنویوں اور قصائد کے ساتھ ساتھ نظم کی اس صنف میں بھی ملتے ہیں جس کی صنفی شناخت بعد میں قائم ہوئی۔ اردو نظم میں نظیر اکبر آبادی کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے، نظیر کی شاعری مشرقی تہذیب کے بیان میں آئینے کی حیثیت رکھتی ہے۔ نظیر خود کو تہذیب اور سماج میں ڈبو کر مشرق اور تہذیب کا نقشہ بیان کرتے ہیں نظیر نے اپنے عہد کا نقشہ یوں بیان کیا ہے

مشرقی معاشرت کی مختلف صورتیں، مثلاً موسموں کی تبدیلی، تہواروں کی رنگارنگی، میلوں اور اجتماعات کی روایت، معاشرتی رسومات، لباس اور زیب و زینت کے انداز، باہمی تعلقات، آدابِ معاشرت اور روزمرہ زندگی کے مختلف مظاہر اردو نظم میں نمایاں طور پر دکھائی دیتے ہیں۔ اسی طرح موسیقی کی مختلف روایتوں، سوز خوانی، عزاداری، تشبیہ، استعارہ اور علامت کا استعمال اور دیگر ثقافتی سرگرمیوں کے اثرات بھی اردو نظم کے موضوعات اور اسلوب میں محسوس کیے جاسکتے ہیں۔

ہندوستانی تہذیب کے یہ اثرات صرف غزل تک محدود نہیں رہے بلکہ نظم کی متنوع اقسام مثنوی، قصیدہ اور دیگر شعری اصناف میں بھی ان کی واضح نشان دہی کی جاسکتی ہے۔ اردو نظم کی صنفی شناخت اگرچہ بعد کے زمانے میں مستحکم ہوئی، تاہم اس سے قبل کے شعری

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

سرمائے میں بھی ایسے بے شمار نمونے موجود ہیں جن میں ہندوستانی تہذیب، معاشرت اور روزمرہ زندگی کی عکاسی ملتی ہے۔ اردو نظم کے معماروں میں ایک اہم نام زبیر رضوی کا بھی ہے ان کی نظموں میں مشرقی معاشرے کی جھلک دیکھی جاسکتی ہے، ان کی نظموں میں مقامیت مشرقی سماج، موسم، رسم ورواج، میلے ٹھیلے کا تذکرہ ملتا ہے، ان کی نظموں میں یہ میرا ہندوستان، زمین تقسیم ہوچکی ہے، مٹی کی خوشبو، امن کی دشمنی اور صادقہ قابل ذکر ہیں۔ وہ شعراء جنھوں نے مشرقی تہذیب کو اپنا موضوع سخن بنایا ان میں حالی، درگا سہائے، سرور جہاں آبادی، حسرت موہانی، چکبست، جگن ناتھ آزاد قابل ذکر ہیں۔

اردو نظم نگاری کی روایت میں میرا جی کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ میرا جی اپنی لغت خود تشکیل دیتے ہیں۔ اپنی نظمیہ لفظیات میں کالے ڈراؤم نے، جنگل، رات، اندھیرا، پیڑ، ندی نالے، دریا، سمندر، پربت کی علامات اختیار کرتے ہیں۔ وہ گنگا جمنا تہذیب، راوی کے متعلق بات کرتے ہیں، پریم پجاری، مندر، بھگوان، دیویاں تول کا پاؤں رکھتی ہے، ناچتی سندر تائیں وغیرہ، راجہ کرشن کے رومان کے قصے، مالا بار سے ہمالہ تک پھیلی ہوئی دھرتی اور اس کے تہذیبی مظاہر اور نقش و نگار کو بیان کرتے ہیں: اور یہی میرا جی کی تہذیبی، جغرافیائی / مقامی اور تہذیبی سطح ہے جس کا رخ جنوب مشرقی ایشیا کی طرف ہے، میرا جی کے ہاں روایتی نظم سے انحراف اور جدید نظم کی سب سے بڑی مثال ملتی ہے۔

> "مشرقی، تہذیبی تشخص کی تفہیم میں علامت اور اساطیر کی اہمیت سے انکار نہیں۔ میر اں جی کی شاعری مشرقی علامات واساطیر کا مرقع ہے۔ یہاں فرق بنیادوں کا تھا۔"(11)

میرا جی کی نظموں اور میرا جی کی ذات / تشخص کو الگ کرنا بہت مشکل ہے میرا جی کی ساری شاعری کا مرکز ان کا تشخص ہے۔ میرا جی کی شاعری ان کی الجھنوں اور المیوں کو قبول کرتی ہے۔

دور افق پر شام سے پہلے تھا منظر سادہ کار
رات کے آنے سے پہلے آیا رنگوں کا جلوس
سادگی بے خود ہوئی پہنی عبائے زر نگار
دلکش و دلچسپ اور رنگین نغمو کا جلوس
الجھنیں پہلو میں لے آیا افق پر چھا گیا
الجھنوں سے کیوں تیرا ناکام دل گھبرا گیا
تیرے دل کا جذبہ عشق نسائی جاگ اٹھا
اور جواں گہرائیوں سے مست میٹھا راگ اٹھا
تیری ہر حرکت پہ ہر لرزش پہ دل کی چھا گیا

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

الجھنوں سے کیوں ترا ناکام دل گھبرا گیا؟
ہاں یہ تیرے دل کا جذبہ رفتہ رفتہ پھیل کر
بنتا جائے ہر ایک لمحے میں بڑھ کر پر اثر(12)

میرا جی کو بھی ملارمے کی طرح ذہین قاری کی تلاش تھی ملارمے اپنی شاعری کے لیے سمجھدار اور اپنی استعداد کے مطابق قاری چاہتے تھے میرا جی کہ یہاں اے دوست کبھی لاہور نہ انا جیسی ستی نظمیں بھی موجود ہیں۔ میرا جی کی نظموں کے موضوعات بیک وقت ذہین قاری اور ارم قاری کو اپنی گرفت میں لیتے ہیں۔ میرا جی اپنے عہد کی شعریات فکری تحریکوں اور مشرق و مغرب، تشخص وعدم تشخص، نو آبادیات کی سوچ کے زاویوں سے پوری طرح واقفیت رکھتے تھے۔ اردو نظم کی روایت میں اہم نام ن م راشد کا ہے۔ راشد کی ابتدائی شاعری میں روایت اور عصریت کے اثرات مشاہدہ ضرور کیے جاسکتے ہیں لیکن حاوی نہیں۔ راشد نے مغربی افکار ضرور اپنائے لیکن مشرقیت کو تھامے ہوئے۔ اقبال کے بعد راشد کی شاعری میں شناخت و تشخص، مشرقی تہذیب سے وابستہ سوالات کے جوابات تلاش کیے جاسکتے ہیں۔

راشد مشرق، مشرقی ماورایت, مافوق الفطر عناصر اور روحانی مسائل میں انداز تقلید کو پسند نہیں کرتے اور یہی ناپسندیدگی راشد کو مغربی فکر و افکار سے قریب کرتی ہے۔ یہ ناپسندیدگی اس فکری ان کی شاعری میں مزاحمت، انتشار اور اضطراب اور بے چینی کو جنم دیتی ہے جس کی وجہ سامراج سے نفرت ہے اور یہی نقطہ راشد کی شاعری کا اہم ترین نقطہ ہے۔ راشد روایت کے بجائے بغاوت کے رہنما ہیں اور یہ بغاوت نہ صرف ان کے فن بلکہ افکار میں بھی پیوست ہے اور اگر راشد کے افکار و احساس میں بغاوت کا محرک تلاش کریں تو ہمیں یہ محرکات سامراج، اس کے نتیجے میں ہونے والی اقدار کی شکست وریخت اور مزاحمتی عناصر میں دکھائی دیتی ہے جو تاریخ کے دو پلڑوں میں اپنی شناخت اور ماضی کی بازیافت کا نشان تلاش کرتی ہے۔

"مشرقی تصور کے ارتقاء کے متعلق ہے کہ راشد کا مشرق ہمالیہ والوں کا مشرق ہے۔"(13)

اقبال کے بعد اگر ہمارے ہاں کسی شاعر میں مشرق کا بہ طور مشرق کے شعوری احساس ملتا ہے تو وہ صرف راشد ہے۔ راشد کا تصور مشرق یہی تک محدود نہیں ہے بلکہ وہ اپنے وطن سے آگے بڑھ کر ہمالہ کو پھلانگتے ہیں اور الوند کی بلندیوں تک پہنچ جاتے ہیں اور یہیں سے ان کے مشرقی تصور کو وسعت نصیب ہوتی ہے۔ ایران میں سکونت راشد کے تصور مشرق کی جانب ایک اور قدم ہے گو کہ وہ برطانوی فوج کے لیے خدمات سرانجام دے رہے تھے لیکن استعماریت اور اس کے استحصال کا احساس ان پر راغب تھا بقول ڈاکٹر ضیاء الحسن "ایران میں اجنبی" کی بیشتر نظمیں سیاسی صورتحال کی وضاحت کرتی ہیں۔ ان نظموں میں ایران کا سیاسی ماحول پس منظر کے طور پر استعمال کیا گیا ہے لیکن یہ نظمیں ایشیا بلکہ تمام دنیا کی مظلوم اقوام کی آواز ہیں۔(14)

ابھی اور کے سال دریوزہ گر بن کے جیتے رہیں گے!
اسی سوچ میں تھا کہ مجھ کو

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

طلسم ازل نے نئی صبح کے نو میں نیم وا
شرم آگیں دریچے سے جھانکا
مگر اس طرح، ایک چشمک میں جیسے
ہمالہ میں الوند کے سینہ آہنی سے
محبت کا ایک بے کراں سیل بہنے لگا ہو
اور اس سیل میں سب ازل اور ابد مل گئے ہوں(15)

راشد کا مشرقی تصور بتدریج ارتقاء پذیر اور سیل رواں کی طرح آگے بڑھتا ہے اور ایران سے آگے اپنی منزل تلاش کرتا ہے بقول تبسم کاشمیری ان کے نزدیک بخارا و سمرقند اور بغداد صرف شہروں کے نام نہیں بلکہ ایک والہانہ طرز احساس کے استعارے ہیں۔(16)

مشرق راشد کے لیے مردہ روح کی مانند ہو چکے ہیں اور اس کی وجہ جمود، یکسانیت ہے لیکن راشد اہل مشرق کے لیے ہمدردی ضرور رکھتے ہیں اور مغرب کی طرح انہیں آگے بڑھتے اور ترقی کرتے دیکھنا چاہتے ہیں۔ راشد نے مغرب کے مقابلے میں مشرق کو جس تناظر سے ہم آہنگ کیا۔ وہ دراصل مشرقی تہذیب کی زوال آمادہ قدروں کا کبھی نوحہ تھا، کبھی احتجاج، کبھی بالادست ثقافت کے خلاف شدید رد عمل، راشد کی لفظیات کا غالب حصہ عجمی روایت سے ہم آہنگ ہے جو اپنے آپ میں بھی ایک بڑا ثقافتی دائرہ ہے۔ راشد جدید اردو نظم کے معماروں میں سے ہیں ان کے شعری مجموعے کسی تعریف کے محتاج نہیں لیکن ان کی اہم نظموں میں طویل نظم "حسن کوزہ گر" کے ساتھ ساتھ "اندھا کباڑی" "سباویران" "نارسائی" "زنجیر" "پہیلی" "کرن" "میں اسے واقف الفت نہ کرو" "آدمی سے ڈرتے ہو" وغیرہ اہم نظمیں ہیں۔

اردو نظم نگاری میں تیسرا اہم نام مجید امجد کا ہے، مجید امجد نے ہیئتوں کے تجربات مغربی مطالعے کے تحت کیے لیکن ان کی شاعری کا فکری پہلو میں مشرق اپنی مقامیت کا محدود تصور، اس سے جڑت، کشمکش و اضطراب، تشخص اور استحکام تشخص) مجید امجد کی ابتدائی شاعری روایت و رومانیت و مقامیت کی حامل تھی۔ ان کی ابتدائی نظمیں جیسے "موج تبسم" "حسن" "صبح نو" خوشگوار نظارے جس میں فطری مظاہر کی عکاسی مشاہدہ کی جاسکتی ہے اور شعرا کے اثرات دیکھے جاسکتے ہیں۔ لیکن مجید امجد کے ہاں ارتقا مسلسل دکھائی دیتا ہے ان کے ہم عصر شعراء میں میرا جی، تصدق حسین، ن م راشد، قیوم نظر، فیض شامل تھے انہوں نے لیکن انہوں نے اپنے اسلوب لفظیات موضوعات میں ایک نایاب اور منفرد جہد اختیار کی۔ مجید امجد کے ہاں اخلاقیات تو اس سراب سب سے اہم چیز ہے وہ مشرق و مغرب کے امتیاز سے بالاتر ہو کر انسان کو اہمیت دیتے ہیں۔ ان کا یہی تصور ان کی نظم مشرق و مغرب میں مشاہدہ ہوتا ہے۔ مجید امجد کے ہاں تشخص اور اس کے تحفظ کی خواہش پائی جاتی ہے لیکن جب وہ گرد و پیش کا مشاہدہ کرتے ہیں تو ان کی یہ خواہش حزن و ملال کا شکار ہو جاتی ہے یہ کیفیت ان کی نظم "شگفتہ دنوں کا آخری دن" اور بہت سی دوسری نظموں میں دیکھی جاسکتی ہے۔

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

مجید امجد کے موضوعات کے تنوع کی ایک مثال ان کی نظم "متروک کا مکان" ہے۔انسانی تشخص کی تشکیل میں خاندان، رشتے نہایت اہمیت کے حامل ہوتے ہیں، انہیں رشتوں میں حائل ہونے والی نفرتیں انسانی شخصیت کو عدم تشخص کی طرف مائل کرتی ہیں۔ مجید امجد کی نظموں میں انسانی رشتوں کے درمیان حائل ہونے والی نفرت اور دیواروں کا بیان بھی مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ مجید امجد کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ معمولی گردوپیش کے منظر، اشیا کو اس طرح اپنی شاعری میں سموتے ہیں اور اس میں جذبات کے امتزاج سے غیر معمولی پن لے آتے ہیں۔ مجید امجد نے موضوعات اور ہیئتوں کے تجربات کے لیے کلاسیکی روایت کے ساتھ ساتھ مغرب سے نہ صرف استفادہ کیا بلکہ ان دونوں مراکز سے مخلوط ہیئتیں اور موضوعات بھی اخذ کیے، مشرق میں عربی اور فارسی اور ہندی زبان اور ہیئتوں سے استفادہ کیا جس کی مثال مجید امجد کی پابند نظمیں ہیں ،"قیصریت" "گلی کا چراغ" مثنوی کی ہیئت کی حامل نظمیں ہیں۔ بیسویں صدی میں انگریزی ادب سے استفادے کی روایت کا بھی حصہ بنے اور تراجم کے ذریعے بھی اردو شاعری کے دامن کو وسعت سے ہم کنار کیا۔

جیلانی کامران کی نظم نگاری متنوع صفات کی حامل ہے۔ جیلانی کامران کی نظم نگاری میں سب سے اہم صفت ان کی فطرت نگاری ہے۔ وہ انسانی مسائل کا اظہار فطرت نگاری کے ذریعے کرتے ہیں۔ مقامیت اور اسلامی تہذیب کا عنوان ان کی نظموں میں بار بار مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن کہیں کہیں بقول ڈاکٹر محسن عباس:"اسلامی عجمی روایت کا ذکر بھی کرتے ہیں۔(17)

طنز، مکالماتی انداز جیلانی کامران کی شاعری کا خاصہ ہے۔

جب میں فرہاد تھا، ہر کوہ تھا لرزاں لرزاں
کیا ہوا شیریں و پرویز نہ ہمراہ چلے
میں نے ہر سنگ گراں بار یہ لکھی دھڑکن
جس جگہ میرا لہو ٹپکا وہاں پھول کھلے(18)

ان کی نظموں کی لفظیات میں عربی اور فارسی لفظیات شامل ہیں جو وہ اسلام ان کی لفظیات، علامات، اسلامی تہذیب سے اخذ شدہ ہیں۔ ان کی نظموں کے کردار ان کی نظموں کو ایک الگ تشخص بخشتے ہیں، نقش کف پا، بوڑھا استاد، زلیخا، جیلانی کامران کی بہترین نظمیں ہیں۔

اکیسویں صدی کی نظموں میں جس مشرقی تہذیب اور اس کے عناصر کا مشاہدہ کیا گیا ہے وہ ایک دوسرے میں منقسم و مجسم دکھائی دیتے ہیں حتیٰ کہ معاش اور تہذیب کے اجزاء کو جدا کرنا بھی کٹھن ہے بقول پروفیسر عتیق اللہ "تہذیبی مطالعہ جغرافیہ، تاریخ، نسل طبقہ، نظریہ، عمل، جنس، وصنف، جنسیات اور طاقت پر محیط ہوتا ہے۔(19)

Research Journal
Noor e Tahqeeq
ISSN (P) 2519-6618, ISSN (E) 2521-0157
Lahore Garrison University, Lahore

حوالہ جات

1- قرآن کریم، سورہ رحمن، آیت 18

2- اردو جامع انسائیکلوپیڈیا، جلد دوم، ڈائریکٹر: مسٹر ڈیٹس سی سمتھ جونیر، چیئرمین جسٹس ایس اے رحمان، اشاعت زیر نگرانی زاد حسین انجم، نشر و اشاعت شیخ نیاز احمد، س ن، ص228

3- The Middle East: Geographical Study- peter Beaumont, G.H.Blake ,J.Malcolm Wagstaff,Wiley,London,1076,p 623

4- ایڈورڈ سعید، شرق شناسی، مقتدرہ قومی زبان 2012، ایوان اردو، پطرس بخاری روڈ، ایچ۔8، اسلام آباد، ص 3

5- مولانا خلیل الرحمن نعمانی، المعجم، کراچی: دارالاشاعت، 1974، ص230

6- المنجد، لویس معلوف Luwis Maluf، قرآن: انتشارات اسماعیلیان، تیرہ ماہ 2ء13، ص860

7- Encyclopedia of Social Sciences, vol XI ,The Macmillan Company ,New York ,1937, pg 81

8- مظفر حسن ملک، ڈاکٹر، ثقافتی بشریات، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 2004، ص131

9- ناصر عباس نیرّ، نظم کیسے پڑھیں، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2018، ص9

10۔ احمد دہلوی، سید، فرہنگ آصفیہ لاہور، اردو سائنس بورڈ، 2006، ص578

11۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، اردو شاعری کا مزاج، جدید ناشرین، لاہور، 1965، ص376

12- میراجی، شام کو، راستے پر، مشمولہ، کلیات میراجی، مرتبہ ڈاکٹر جمیل جالبی، اردو مرکز لندن، بار اول 1988 ص 103۔106

13- آفتاب احمد، ڈاکٹر، بیسویں صدی کا شعری ادب، مرتبہ بدر منیر الدین، پولیمر پبلی کیشنز، لاہور، س ن، ص 387

14- ن م راشد، منتخب مضامین، مرتبین پروفیسر محمد فخر الحق نوری، ڈاکٹر، ضیاالحسن، ڈاکٹر،، مقتدرہ قومی زبان پاکستان 2010، ص61

15- طلسم ازل، ایران میں اجنبی اور دوسری نظمیں، گوشہ ادب چوک انار کلی، لاہور بار اول 1957، ص128

16- تبسم کاشمیری، ڈاکٹر، لاراشد، المصطفی پبلی کیشنز، بار اول 199425-، ص،19

17- محسن عباس، ڈاکٹر، وزیر آغا کی نظم نگاری، فیصل آباد، ثار پبلشرز 2014، ص69

18- جیلانی کامران، جیلانی کامران کی نظمیں، لاہور، ملٹی میڈیا آفسز پاکستان 2002، ص50

19- بیسویں صدی میں خواتین اردو ادب، ترتیب و انعقاد، عتیق اللہ، پروفیسر، ایچ ایس آلسیٹ پریس دہلی، 2002، ص167